اصلاحی تقریریں (۳۶)

سُنّت کا مقام

اور

فتنہ انکارِ حدیث

مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۲۸۳

سنّت کا مقام

اور

فتنہ انکارِ حدیث

مُفتی اعظم پاکستان مولانا مُحمّد رفیع عُثمانی مدظلہ

بیتُ العُلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پُرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۸۳

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب = سنت کا مقام اور فتنۂ انکارِ حدیث
مقرر کا نام = حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
مقام = مدرسۃ البنات، جامعہ دارالعلوم کراچی
تاریخ = ۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۳ہجری
ترتیب وعنوانات = اعجاز احمد صمدانی
باہتمام = محمد ناظم اشرف
ناشر = بیت العلوم ـ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

ملنے کے پتے

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبرا
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبرا
ادارۃ القرآن = چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سنت کا مقام اور فتنہ انکار حدیث

خطبہ: نحمده ونصلی علی رسوله الكريم

امابعد: ۔

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ:

لَقَدْ كَانَ لَكُم فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ
كَانَ يَرْجُوا اللّٰه وَالْيَوْمَ الآخِرَةِ (الاحزاب، ۲۱)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا
شَجَرَبَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوافِيْ اَنْفُسِهِم حَرَجًا مِمَّا
قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُو اتَسْلِيمًا۔ (النساء، ۶۵)

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْئٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ
(النساء، ۵۹)

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (النساء، ۸۰)

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	تمہید	۲
۲	پہلی آیت	۲
۳	بہترین انسان بننے کا طریقہ	۲
۴	صحابہ کرام کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ	۷
۵	اتباعِ سنت کی قوت ، ایک واقعہ	۸
۶	اتباعِ سنت کی ایک اہم فضیلت	۱۱
۷	دوسری آیت	۱۱
۸	تیسری آیت	۱۲
۹	جھگڑوں کی بنیاد	۱۳
۱۰	چوتھی آیت	۱۳
۱۱	منکرینِ حدیث کا تعارف	۱۴
۱۲	منکرینِ حدیث کی سرگرمیاں	۱۵
۱۳	منکرینِ حدیث کے دعوے کا جواب	۱۶
۱۴	منکرینِ حدیث پر کفر کا فتویٰ کب اور کیسے لگا؟	۱۶
۱۵	منکرینِ حدیث کی شرانگیزیاں	۱۸

۱۶	ایک اصولی بات	۱۸
۱۷	منکرینِ حدیث سے ہونے والے مناظرے کی روئیداد	۱۹
۱۸	دوسرا واقعہ	۲۰
۱۹	منکرینِ حدیث کا دوسرا رخ	۲۱
۲۰	کتابتِ حدیث پر اعتراض	۲۱
۲۱	جواب	۲۲
۲۲	احادیث کی حفاظت تین طرح سے ہوئی	۲۴
۲۳	احادیث کس طرح حفظ کی جاتی تھیں؟	۲۵
۲۴	حفاظتِ حدیث کے لئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی فاقہ کشی	۲۶
۲۵	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات	۲۶
۲۶	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظِ حدیث کا امتحان: ایک واقعہ	۲۷
۲۷	امام بخاری کا واقعہ	۲۸
۲۸	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مقام کیسے ملا؟	۳۱
۲۹	عرب علماء اور امام بخاری	۳۲
۳۰	امام ترمذی کا حافظہ	۳۲
۳۱	احادیث کی تاریخ	۳۴
۳۲	راوی کے حالات جاننے کا طریقہ	۳۵
۳۳	خلاصہ	۳۵

تمہید:

گذشتہ مجلس میں سنت کا معنی اور اس کی حقیقت کافی تفصیل سے بیان ہوئی جس کا حاصل یہ تھا کہ لفظ سنت کے دو معنی ہیں۔ (۱) وہ عمل جو واجب سے کم درجے کا ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں اتنی سنتیں ہیں وغیرہ۔ (۲) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ خواہ وہ فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل، اور اس سلسلہ میں تین آیات کی تشریح کی گئی تھی۔ اب مزید آیات کی تشریح کی جاتی ہے۔

پہلی آیت: آج کی پہلی آیت یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَةِ﴾

"تحقیق تمہارے لئے پیغمبر خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے (یعنی) اس شخص کے واسطے جسے اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور آخرت (کے آنے) کی امید ہو"۔

بہترین انسان بننے کا طریقہ:

یعنی آپ کی زندگی کے جتنے واقعات ہیں۔ آپ کے جتنے اعمال وافعال ہیں۔ آپ کے جتنے ارشادات ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے منتخب نمونہ ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص بہترین انسان اور اللہ تعالیٰ کا مقرب اور ولی بننا چاہتا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطابق اپنی زندگی ڈھال لے۔ یہ اعلیٰ ترین منصب ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی منصب نہیں۔

صحابہ کرامؓ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بلند مرتبہ اسی وجہ سے نصیب ہوا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی اتباع اور پیروی کرنے کی سعادت ملی۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں انہیں وہ مقام ملا جو ان کے بعد کسی کو نہیں ملا اور آخرت میں یہی مقام ملے گا۔ چنانچہ اس بات پر ساری امت کا اجماع ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی، بڑے سے بڑا مجتہد، بڑے سے بڑا فقیہ، بڑے سے بڑا محدث، بڑے سے بڑا امام اور بڑے سے بڑا صوفی مرتبہ میں ادنی سے ادنی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

اور اسی اتباع اور صحبت کی برکت تھی کہ کہاں تو ان کی یہ حالت تھی کہ وہ دنیا کے جاہل ترین علاقے کے رہنے والے تھے، عرب کے بدو تھے، عام طور پر وہاں لکھنے پڑھنے کا بھی رواج نہیں تھا، متمدن دنیا سے کٹے ہوئے تھے، معاشی طور پر پسماندہ تھے، علم سے دور

تھے، کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہیں آئی تھی، تورات اور انجیل وغیرہ بنی اسرائیل کے پاس تو آئی تھیں لیکن اس علاقے میں اس سے پہلے ایک طویل عرصے تک کوئی نبی اور کتاب نہیں آئی تھی لیکن آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت اور پیروی نے ان کو یہ مقام عطا کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر چھا گئے۔ کسی نے بڑی اچھی بات کہی کہ:

> ”صحابہ کرام جب جزیرہ عرب سے نکلے تو اونٹوں کی مہاریں ان کے ہاتھ میں تھیں لیکن دنیا والوں نے دیکھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں قوموں کی تقدیریں اور مہاریں ان کے ہاتھ میں آگئیں۔“

دنیا کے حاکم بنے اور انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنایا۔ قیصر و کسری سمیت اس وقت دنیا کی متمدن آبادی اسلام کے زیرِ نگین ہوگئی۔

اتباع سنت کی قوت ایک واقعہ

اتباع سنت میں اللہ رب العزت نے حیرت ناک قوت رکھی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ ہے۔ اس وقت اسلامی لشکر کئی ممالک کو فتح کرتا ہوا سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں

تک کہ ایران و عراق سے آگے نکل کر وسط ایشیا کے کسی علاقے میں پہنچ چکا تھا۔ وہاں اسلامی لشکر نے کسی شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن وہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ وہ قوم اتنی مضبوط اور جنگجو تھی کہ قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ اس قلعہ کو فتح کرنے کے جتنے طریقے ہوسکتے تھے وہ سارے آزمائے گئے لیکن قلعہ فتح ہونے کی کوئی صورت نہ بن سکی۔

مجبور ہو کر انہوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اس کا جو حل تجویز فرمایا اس سے سنت کی طاقت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اس کے لئے کوئی مادی حل تجویز نہیں کیا بلکہ جوابی خط میں لکھا کہ سب مجاہدین کو جمع کرو اور پھر خود بھی اپنا جائزہ لو اور ان سے بھی کہو کہ وہ اپنا جائزہ لیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سنت تم سب سے چھوٹ چکی ہے۔ جائزہ لو کہ وہ کونسی سنت ہے جس پر تم سب نے عمل چھوڑ رکھا ہے۔ جب وہ سمجھ میں آجائے تو سب اس پر عمل کریں اور پھر اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا کر کے حملہ کردیں۔ انشاء اللہ فتح ہوگی۔

جب سپہ سالار کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے سب مجاہدین کو جمع کیا اور یہ خط پڑھ کر سنایا۔ سب نے مل کر غور کیا کہ ہم نے کونسی سنت چھوڑ رکھی ہے۔ بظاہر ساری سنتوں پر عمل ہو رہا تھا۔ کافی غور کے

بعد یہ سامنے آیا کہ ہم سفر کی حالت میں تھے اس لئے بہت دنوں سے ہم نے مسواک نہیں کیا، چنانچہ کمانڈر نے سارے لشکر کو حکم دیا کہ جاؤ مسواک لے کر آؤ اور پھر مسواک کرو۔ لشکر کے تمام افراد جنگل میں پھیل گئے، وہاں سے مسواک بنا کر لائے اور کرنے لگے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں کا کفار پر اتنا رعب بیٹھا ہوا تھا کہ عورتیں اپنے بچوں کو مسلمانوں سے ڈراتی تھیں مثلاً جب کوئی بچہ شرارت کرتا تو والدہ کہتی دیکھو، باز آجاؤ ورنہ مسلمان کو بلالوں گی اور انہوں نے اس بات کو مشہور کردیا تھا کہ مسلمان آدمیوں کو کچا کھا جاتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے مسواک کرنا شروع کیا تو اوپر قلعہ پر کھڑے ہوئے کفار حیرت سے دیکھنے لگے کہ نجانے کیا قصہ ہوا کہ کمانڈر کا ایک حکم ملنے پر یہ سب کے سب اپنے دانتوں کو تیز کررہے ہیں۔ پھر خیال آیا کہ ہم نے جو یہ سن رکھا ہے کہ مسلمان لوگوں کو کچا کھا جاتے ہیں تو شاید یہ ہمیں کچا کھانے کی تیاری ہے۔ جمعہ کا دن تھا، صبح کا وقت تھا، مسواک سے فارغ ہونے کے بعد سپہ سالار نے حکم دیا کہ اب حملہ کرو، کفار اس خیال سے کہ یہ اب ہمیں کچا کھا جائیں گے، ڈرگئے اور بھاگ کھڑے ہوگئے۔ جمعہ کی نماز سے پہلے قلعہ فتح ہوگیا۔ اسلامی لشکر نے جمعہ کی نماز قلعہ میں جاکر پڑھی۔

اتباع سنت کی ایک اہم فضیلت:

اگرچہ مسلمانوں کے بارے میں ان کا یہ تاثر غلط تھا کہ یہ لوگوں کو کچا کھا جاتے ہیں لیکن بہرحال اللہ رب العزت نے سنت پر عمل کرنے کو قلعہ فتح ہونے کا ذریعہ بنادیا۔ یقیناً سنت کے اندر بہت بڑی طاقت ہے۔ اس پر عمل کرنے کے اور بھی متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهٗ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ﴾

(مشکوٰۃ، کتاب الایمان، رقم الحدیث ۱۷۶)

"جس نے فساد کے زمانے میں میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔"[۱]

دوسری آیت:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء، ۶۵)

---

[۱] روایت معجم الطبرانی الاوسط (۶/۱۹۷) پر ایک اور روایت ہے جس میں ایک شہید کے برابر ثواب ملنے کا ذکر ہے۔ م

> ’’قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔‘‘

یعنی جب تک اختلافی مسائل میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں، اس وقت تک یہ مومن نہیں ہوسکتے اور جب آپ فیصلہ کردیں تو دلوں کے اندر تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ خوشی سے قبول کریں خواہ ان کی مرضی کے خلاف ہو یا ان کے خلاف فیصلہ ہو اور پھر اس فیصلے کو پوری طرح تسلیم کرلیں۔ جب تک یہ بات نہ ہوگی اس وقت تک ان کے اندر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔

تیسری آیت:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾

(النساء، ۵۹)

> ’’اور اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو‘‘۔

اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ

یہ دیکھو کہ اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کا تو حکم ایک ہی ہوتا ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم مل جائے یا اس کے رسول کا حکم مل جائے، اس پر عمل کرلو، جھگڑا ختم ہوجائے گا۔

جھگڑوں کی بنیاد

سارے جھگڑوں کی بنیاد یہی ہے کہ انسان اپنی رائے چلانا چاہتا ہے۔ جب اپنی رائے کو ختم کردیا جائے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو تسلیم کرلیا جائے تو سب جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں۔

چوتھی آیت:

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء،۸۰)

"اور جو شخص رسول کی فرمانبرداری کریگا تو بیشک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی"۔

لہٰذا جو شخص رسول اللہ کی نافرمانی کریگا، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی اللہ رب العزت کی نافرمانی ہے۔

منکرین حدیث کا تعارف:

یہ چند آیات قرانی ہیں، اس کے علاوہ اور متعدد آیات ہیں جن سے ثابت ہے کہ جو اللہ کا حکم ہے، وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، وہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہیں سے ایک بات سمجھ لیجئے کہ آج کل ایک بہت خطرناک فتنہ ہمارے ہاں موجود ہے۔ ہمارے ملک سمیت اور کئی ممالک میں ایک فرقہ پایا جاتا ہے۔ یہ چھپا ہوا فرقہ ہے، دشمن اسلام ہے، یہ اپنا کفر چھپاتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے حالانکہ وہ مسلمان نہیں ہے، وہ "منکرین حدیث" کا فرقہ ہے۔

یہ لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو باوقعت ظاہر کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ ہم "اہل قرآن" ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بس قرآن کافی ہے۔ حدیث کی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کسی ارشاد کی ضرورت ہے اور نہ کسی فعل کی اور شریعت کا کوئی مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ جو حکم قرآن مجید میں ہے بس وہی ٹھیک ہے۔ جو حکم قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن حدیث میں آ گیا وہ قابل اعتبار نہیں۔

وہ بہت ملمع سازی کر کے اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں اور علماء کرام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ملاؤں نے خود حدیثیں گھڑ گھڑ کے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا اور پھر حدیث کو حجت قرار دے دیا حالانکہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ حدیث کو ضروری قرار دینا قرآن مجید کی مخالفت اور اس کا درجہ گھٹانے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ قرآن کے خلاف سازش ہے۔

منکرین حدیث کی سرگرمیاں:

نو تعلیم یافتہ طبقے اور بہت سے اونچے عہدوں پر اس فرقے نے اپنے لٹریچر کو پھیلایا اور ان میں سے بہت سے لوگ اونچے اونچے عہدوں پر پہنچ گئے ہیں اور کوشش کر کے ایسے لوگوں کو ان عہدوں پر پہنچایا جاتا ہے۔ آپ اپنے حکمرانوں کے بارے میں بہت سی چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کے خلاف کاروئیاں کرتے ہیں مثلاً کبھی دینی مدارس کے خلاف، کبھی دینی قوتوں کے خلاف اور کبھی دینی شخصیات کے خلاف، ان میں بسا اوقات ان لوگوں کی کوششوں کا بھی دخل ہوتا ہے، قادیانی بھی شامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ علماء سے بغض وعناد رکھنے والے لوگ ہیں۔

منکرین حدیث کے دعوے کا جواب:

ان لوگوں کے دعویٰ کی کلی خود انہی آیات سے کھل جاتی ہے جو آج بیان ہوئیں اور گذشتہ ہفتے بیان ہوئیں[۱]۔ یہ آیات قرآنی سراسر ان کے خلاف ہیں۔ منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ احادیث حجت نہیں، شریعت میں ان کی کوئی بنیاد نہیں جبکہ قرآن کہتا ہے: ’’جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں، وہ لے لو جس سے منع کریں، اس سے رُک جاؤ۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی، اور تم میں اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو فیصلہ کن نہ سمجھے‘‘ وغیرہ وغیرہ۔ یہ آیات ان منکرین حدیث کو کافر قرار دے رہی ہیں۔

منکرین حدیث پر کفر کا فتویٰ کب اور کیسے لگا؟

ان کے سرگروہ کا نام تھا ’’غلام احمد پرویز‘‘۔ اردو کا ادیب بہت اچھا تھا۔ ماہنامہ ’’طلوعِ اسلام‘‘ کے نام سے لاہور سے رسالہ نکالتا تھا اور اس نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔

---

[۱] وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر، ۷) (۲) وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم، ۳،۴) (۳) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ط (آلِ عمران: ۳۱)

آج سے تقریباً چالیس سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ اس کی سب کتابوں کو یہاں دارالعلوم کراچی میں جمع کیا گیا۔ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شمس الحق صاحب مدظلہ اور دارالعلوم کے دیگر اساتذہ کرام کے درمیان اِن کتابوں کو تقسیم کیا گیا کہ وہ ان کا مطالعہ کریں اور ان میں سے کفریہ کلمات کی نشاندہی کریں۔ ہم سب لوگ لگے، مہینوں تک اس کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اِن کلمات کو نکالا گیا پھر ان پر مزید تحقیق کر کے ایسے کفریہ کلمات باقی رکھے گئے جن میں کوئی تاویل ممکن نہ تھی۔ جب ایسے کلمات سامنے آگئے کہ جن میں تاویل کی کوئی صورت نہ تھی تو پھر ان کے بارے میں فتویٰ لکھا گیا کہ ”پرویز اور ہر وہ شخص جو پرویز جیسے نظریات رکھتا ہو، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے“۔ اس پر تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث علماءِ کرام کے دستخط ہوئے اور پھر یہ فتویٰ شائع کر دیا۔ تو اس پر علماءِ کرام کا اجماع ہے کہ منکرینِ حدیث کافر ہیں۔

منکرینِ حدیث کی شرانگیزیاں:

اس موقع پر ان کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و افعال کی پیروی کا بیان چل رہا ہے کہ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا تو یہ بات سامنے رکھنا ضروری تھی کہ ایسا فرقہ اِس وقت دنیا میں موجود ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی حجیت کا انکار کرتا ہے اور وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ ان لوگوں نے بڑا شر پھیلایا ہے۔ انگریزی اخبارات میں ان کے آرٹیکلز شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی علماءِ کرام کے خلاف، کبھی حدیث کے خلاف اور کبھی صحابہ کرام کے خلاف وغیرہ۔

ایک اصولی بات:

ان کے ساتھ ہمارے مناظرے بھی ہوتے رہے ہیں۔ چونکہ ان کے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے اس لئے کبھی وہ ٹھہر نہیں پاتے۔ ابھی ہم ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ پہلے ایک اصولی بات سمجھ لیجئے وہ یہ کہ ”حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں“۔ مثلاً دیکھئے کہ ایمان کے بعد سب سے اہم حکم اور رکن اسلام ”نماز“ ہے۔ نماز کے بارے میں قرآن مجید میں تفصیلات بیان نہیں کی گئیں۔ اس میں یہ نہیں بیان

کیا گیا کہ نماز کے ارکان کتنے ہیں، ان میں ترتیب کیا ہوگی، فجر میں کتنی رکعتیں ہوں گی، ظہر میں کتنی ہوں گی، عصر، مغرب اور عشاء میں کتنی رکعتیں ہوں گی وغیرہ، یہ ساری تفصیلات تو حدیث میں آئی ہیں۔ اب قرآن کا حکم ہے کہ ''نماز قائم کرو''۔ جب تک احادیث سے یہ تفصیلات نہیں لی جائیں گی قرآن کے اس حکم پر عمل کیسے ہوگا؟

منکرینِ حدیث سے ہونے والے مناظرے کی روئیداد:

جس سال میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا، اسی سال کی بات ہے کہ میں شہر میں تراویح پڑھاتا تھا ایک منکرِ حدیث جو کسی بڑے عہدے پر فائز تھا، نو تعلیم یافتہ تھا، وہ میرے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے دور سے آتا تھا۔ روزانہ کوئی نہ کوئی مسئلہ پوچھتا تھا جس سے نوک جھونک سی محسوس ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ میں نے بتایا کہ یہ مسئلہ حدیث میں یوں ہے۔ اس پر بات چل پڑی۔ وہ بولا کہ حدیث کی ضرورت کیوں ہے؟ قرآن کافی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ حدیث کے بغیر تم نماز ہی نہیں پڑھ سکتے۔ کہنے لگا یہ کس طرح؟ میں نے کہا تم نماز میں جو رکوع کرتے ہو کیا قرآن مجید میں اس طرح رکوع کرنے کا کوئی ذکر ہے۔ وہ چکرا سا گیا۔ پھر میں

نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ دیکھو رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں۔ وہ بولا کہ رکوع کے معنی ہی جھکنے کے ہیں (تو گویا قرآن سے جھکنا ثابت ہو گیا) میں نے کہا کہ جھکنے کے معنی تو ہیں لیکن کس طرف جھکنا، آگے جھکنا، پیچھے جھکنا، دائیں جھکنا یا بائیں جھکنا۔ یہ تو رکوع کے معنی سے معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ تو حدیث سے معلوم ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے معلوم ہوگا۔ کہنے لگا، اچھا سجدہ؟ میں نے کہا سجدہ کی بات بھی یہی ہے۔ سجدہ کا لغوی مطلب ہے ''پیشانی کو زمین پر ٹیکنا'۔ پیشانی کو زمین پر ٹیکنا الٹا لیٹ کر بھی ہو سکتا ہے، اس مخصوص طریقے سے پیشانی ٹیکنے کا طریقہ جو ہم نماز میں کرتے ہیں، وہ کسی لغت کی کتاب میں مذکور نہیں، بلکہ اس کا علم حدیث سے ہوگا۔ اس سے کچھ بن نہ پڑا۔

دوسرا واقعہ:

میں نے ایک موقع پر کسی منکر حدیث سے کہا کہ بتلاؤ، قرآن مجید میں کہیں ہے کہ پاخانہ کھانا اور پیشاب پینا حرام ہے تو پھر جب تم صرف قرآن ہی کے احکام پر بات کرتے ہو تو پاخانہ کیوں نہیں کھاتے اور پیشاب کیوں نہیں پیتے؟ وہ خاموش ہو گیا۔

منکرینِ حدیث کا دوسرا رخ:

منکرینِ حدیث نے پہلے تو یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی ضرورت ہی نہیں، صرف قرآن ہی کافی ہے لیکن جب ان کے سامنے قرآن مجید کی وہ آیات رکھی گئیں جن سے حدیث کا حجت ہونا معلوم ہوتا ہے اور جب یہ کہا گیا کہ جب تم قرآن کو مانتے ہو تو اس کے ماننے کی وجہ سے حدیث کو بھی ماننا پڑے گا تو اس محاذ پر وہ شکست کھا گئے۔ اب انہوں نے نئی بات نکالی اور بات انہوں نے اپنی طرف سے نہیں کی، ان کی اپنی عقل تو بہت تھوڑی سی ہے، ان کی عقل تو یورپ اور امریکہ سے آتی ہے۔ ایک یہودی مستشرق گولڈ زہر نے آج سے سو ڈیڑھ سو سال پہلے ایک شوشہ چلتا کیا تھا کہ احادیث قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ یہ عہدِ رسالت میں نہیں لکھی گئی تھیں بلکہ دو سو سال بعد لکھی گئیں۔

کتابت حدیث پر اعتراض:

چنانچہ یہ بھی کبھی کبھی یہ بات کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث عہدِ رسالت میں نہیں لکھی گئیں

بلکہ دو سو سال بعد لکھی گئیں پھر وہ بڑے چٹ پٹے انداز میں بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے آج کوئی صدر یا وزیر اعظم کی تقریر ہو اور وہ لکھی نہ جائے اور ریکارڈ بھی نہ کی جائے اور کوئی آدمی یہ تقریر سنے پھر وہ دوسرے کو بتائے، دوسرا تیسرے کو بتائے، تیسرا چوتھے کو، چوتھا پانچویں کو، اسی طرح کئی آدمیوں نے ایک دوسرے کو بتایا۔ ایک ہفتے کے بعد جب آپ آخری آدمی سے پوچھیں گے کہ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں کیا کہا تھا تو وہ کچھ کی کچھ ہو چکی ہوگی، اصل بات کوئی اور ہوگی اور ہم تک کوئی اور بات پہنچے گی جب کہ احادیث تو دو سو سال تک نہیں لکھی گئیں اور ٹیپ ریکارڈ تو ویسے بھی اس زمانے میں نہیں ہوتا تھا۔ دو سو سال کے بعد امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد وغیرہ آئے۔ اس وقت عالمِ اسلام میں کچی پکی باتیں پھیلی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ سن کر اپنی کتابوں میں لکھ دیں اور کہا کہ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں، ان پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟۔

جواب:

یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عہد رسالت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آپ کی ہدایت کے مطابق

اور آپ کی اِملاء سے صحابہ کرام نے ہزار ہا حدیثیں لکھیں۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد احادیث کو حفظ کرتی تھی۔ حدیثوں کو اسی طرح حفظ کیا جاتا تھا جس طرح قرآن مجید کو حفظ کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ لکھنے کا کام بھی ہوتا ہے۔ انہیں درساً پڑھایا جاتا تھا۔ اس موضوع پر ہمارے اکابر نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ہے "تدوینِ حدیث"۔ اس میں انہوں نے پوری داستان لکھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں کس طرح احادیث لکھی جاتی تھیں اور انہیں کس طرح حفظ کیا جاتا تھا اور یہی سلسلہ تابعین، تبع تابعین اور بعد کے دور میں بھی رہا۔ ناچیز[1] کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے "کتابتِ حدیث عہدِ رسالت اور عہد صحابہ میں"[2] یہ اردو میں ہے۔ اس میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ میں کتنے بڑے پیمانے پر حدیث کی کتابت کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ

---

[1] یعنی استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم۔ م

[2] یہ کتاب "مکتبہ دارالعلوم کراچی" سے چھپ چکی ہے۔ م

صحابہ کرام کی کتنی بڑی جماعت نے اپنے آپ کو حفظِ حدیث کے مشغلے پر لگا لیا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں تھا۔ لہٰذا ان کا یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

احادیث کی حفاظت تین طرح سے ہوئی:

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ احادیث لکھی بھی گئیں، حفظ بھی کی گئیں، ان پر عمل بھی ہوتا تھا بلکہ حکومتوں کے قوانین اسی کے مطابق چلتے تھے اور جو چیز ایک مرتبہ قانون بن جائے وہ کیسے بھلائی جا سکتی ہے۔ خلافتِ راشدہ کی ساری حکومتوں کا نظام احادیث کی بنیاد پر چلتا تھا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جن کی حکومت اتنی زیادہ پھیلی ہوئی تھی کہ آپ کی حدودِ سلطنت کے مقابلے میں پاکستان کی حیثیت اتنی بھی نہیں بنتی، جتنی پاکستان کے مقابلے میں اس کی چھوٹی سی تحصیل کی۔ اتنی بڑی سلطنت کے سارے قوانین اور عدالتی فیصلے سنت کے مطابق ہو رہے تھے، آپ کے ارشادات اور افعال کے مطابق ہو رہے تھے۔ گویا احادیث کی حفاظت تین طریقے سے ہو رہی تھی، کتابت کے ذریعے، حفظ کے ذریعے اور عمل کے ذریعے۔ پھر عمل انفرادی سطح پر بھی

ہو رہا تھا اور سرکاری سطح پر بھی ہو رہا تھا، اِن حالات میں احادیث کیسے بھلائی جا سکتی تھیں۔

احادیث کس طرح حفظ کی جاتی تھیں؟:

حفظِ حدیث کا کام بھی اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضراتِ صحابہ کرام سے لے کر محدثین کے آخری دور تک ایسے ہزاروں حضرات ملتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں علم حدیث کی حفاظت، کتابت اور زبانی یاد کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ احادیث کو اس طرح حفظ کیا جاتا تھا جس طرح قرآنی آیات کو حفظ کیا جاتا ہے۔ احادیث کو یاد رکھنے کے بھی عجیب وغریب واقعات ہیں۔ اس کی ابتداء اصحابِ صفہ سے ہوئی۔

صفّہ اسلام کا پہلا مدرسہ تھا۔ اس مدرسے کے استاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور شاگرد اصحابِ صفہ تھے۔ اصحابِ صفہ ان صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے جو صفّہ میں رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مشغلہ نہیں تھا۔ اور دین کس طرح سیکھتے تھے؟ قرآن سیکھتے تھے، اس کا معنی سیکھتے تھے اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے عمل دیکھتے رہتے تھے اور آپ کے اقوال کو یاد کرتے رہتے تھے اور دوسروں تک پہنچاتے تھے۔

حفاظتِ حدیث کے لئے حضرت ابوہریرہؓ کی فاقہ کشی:

ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ ان کا حافظہ بھی خوب تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خصوصی دعا بھی دی تھی اور ان کا اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں تھا۔ کھانے کو کچھ مل گیا تو کھا لیا ورنہ فاقہ۔ بعض اوقات فاقہ کی وجہ سے مسجد میں اس حالت میں پڑے ہوتے تھے کہ کسی سے بات نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسے ہی فاقے کی حالت میں تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات:

صحابہ کرام میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے ہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے پانچ ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔ آپ اصحابِ صفّہ کے سردار ہیں۔ احادیث بہت بیان کرتے تھے۔ دوسروں کو سناتے رہتے تھے، اس لئے بھی

سناتے تھے کہ جتنی مرتبہ سنائیں گے اتنی اور پکی یاد ہو جائیں گی۔ کثرت سے روایات بیان کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کا امتحان بھی لیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظِ حدیث کے امتحان کا ایک واقعہ:

مروان بن حکم مدینہ کے گورنر تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث بہت سناتے ہیں تو ان کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اپنے ہاں دعوت دی۔ بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا۔ جب یہ تشریف لائے تو درخواست کی کہ آپ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث سنا دیں۔ یہ تو حدیثیں سنانے کے لئے تیار رہتے تھے چنانچہ انہوں نے خاصی تعداد میں احادیث سنائیں۔ مروان نے خفیہ طور پر ایک کاتب کو پردے کے پیچھے بٹھا رکھا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ جو کچھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بولتے جائیں، وہ سب لکھتے جانا۔ چنانچہ وہ احادیث لکھتا رہا۔ حدیث کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہو گیا۔ مروان بن حکم نے بڑے اعزاز سے آپ کو رخصت کیا اور اس ذخیرۂ احادیث کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اِن احادیث کے محفوظ ہونے کا کچھ علم

نہیں تھا۔

ایک سال کے بعد مروان بن حکم نے پھر دعوت کی۔ اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا اور درخواست کی کہ آپ نے پچھلے سال جو احادیث بیان کی تھیں، وہ میرے پاس محفوظ نہیں رہیں۔ آپ براہِ کرم دوبارہ وہ حدیثیں سنا دیجئے۔ آپ نے پھر وہی حدیثیں اسی ترتیب سے سنا دیں۔ اس مرتبہ بھی مروان نے کاتب کو خفیہ طور پر پردے کے پیچھے بٹھا رکھا تھا، وہ احادیث لکھتا چلا گیا۔ اب دو نوشتے اور تحریریں تیار ہو گئیں۔ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رخصت ہو گئے تو دونوں کو ملا کر دیکھا تو اس میں زبر زیر کا فرق نہیں تھا اور کوئی حرف آگے پیچھے نہیں تھا۔ یہ شان تھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں۔ ان کی زندگی کا بڑا وقت سفروں میں گذرا ہے، محنت و مشقت کی زندگی گزاری ہے۔ علمِ حدیث کی تلاش میں مختلف علاقوں اور ملکوں کے سفر کئے، جہاں سے امید ہوتی تھی کہ کچھ احادیث مل جائیں گی، وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اس زمانے میں مدرسے نہیں ہوتے تھے بلکہ اشخاص

تھے اور طلبہ ان کے پاس جا کر علم حاصل کرتے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح علم حاصل کیا اور علم میں اتنا کمال پیدا کیا کہ ان کے حافظے کی، ان کے تقوی کی، ان کی علمِ حدیث میں مہارت اور ان کی محنت کی پوری دنیا میں شہرت ہو رہی تھی۔ چنانچہ ان سے بھی علمِ حدیث کے سلسلے میں کافی امتحان لئے گئے۔

ایک مرتبہ ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں کے محدثین نے آپس میں کہا کہ بخاری آ رہے ہیں، ان کی بڑی شہرت ہے لہٰذا ان کا امتحان لینا چاہئے۔ اس کا طریقہ یہ طے کیا گیا کہ دس علماء مقرر ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک کے ذمے یہ لگایا گیا کہ وہ دس احادیث سنائے گا اور یہ سب علماء حدیثیں اس طرح سنائیں گے کہ کسی کا کوئی لفظ آگے ہو جائے گا، کسی کا پیچھے کر دیا جائیگا، کسی میں کوئی اور لفظ لایا جائے گا غرضیکہ کوئی نہ کوئی تغیر کر دیا جائے گا۔ اور پھر امام بخاری سے پوچھا جائے گا کہ ان حدیثوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ درست ہیں یا نہیں؟

اندازہ کیجئے یہ کتنا کڑا امتحان تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا کچھ علم نہیں تھا۔ آپ تشریف لائے۔ ہزاروں لوگ جمع

ہو گئے۔ امام بخاری جب بیٹھ گئے تو ایک عالم کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے پاس دس حدیثیں پہنچی ہیں انہیں سنانا چاہتا ہوں اگر آپ نے تصدیق کی کہ یہ حدیثیں درست ہیں تو میں انہیں اپنے پاس لکھ لوں گا۔ اجازت ملنے پر انہوں نے دس حدیثیں سنائیں۔ اِن سب احادیث میں تغیر وتبدل کیا گیا تھا۔ امام بخاریؒ نے پہلی حدیث سنی تو فرمایا کہ یہ حدیث تو میرے علم میں نہیں ہے، دوسری سنی تو اس کے بارے میں بھی یہی جواب دیا۔ حتیٰ کہ دس کی دس حدیثوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ یہ میرے علم میں نہیں ہیں۔ پھر دوسرے عالم نے دس احادیث تغیر وتبدل کے ساتھ سنائیں۔ ان کو وہی جواب دیا جو پہلے عالم کو دیا تھا۔ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ یہ کیسے محدث ہیں، علماء انہیں حدیثیں سنا رہے ہیں اور انہیں کسی ایک کی بھی خبر نہیں۔ پھر تیسرے عالم نے تغیّر کے ساتھ حدیثیں سنائیں۔ اسی طرح دس کے دس علماء نے احادیث بیان کر دیں۔ ہر ایک کے بارے میں آپ کا یہی جواب تھا کہ یہ میرے علم میں نہیں ہے۔

اب عوام کی چہ میگوئیاں تو اور بڑھ گئیں البتہ علماء سمجھ گئے کہ

کچھ بات ہے، یہ معمولی آدمی نہیں معلوم ہوتا۔ پھر کسی نے کہا حضرت! اِن سو حدیثوں میں سے کسی کے بارے میں بھی آپ کو علم نہیں۔ فرمایا کہ جس طرح انہوں نے حدیثیں سنائی ہیں، اس طرح تو کوئی حدیث میرے علم میں نہیں البتہ پہلی حدیث جو سنائی گئی وہ فلاں طریق سے فلاں الفاظ کے ساتھ میرے علم میں آئی ہے۔ حدیث کو صحیح سند اور الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا۔ پھر اسی طرح دوسری حدیث کے بارے میں کہا اور صحیح پڑھ کر سنا دی، پھر تیسری، چوتھی، پانچویں غرضیکہ سو کی سو احادیث کو اسی ترتیب سے پڑھا جس ترتیب سے سنانے والوں نے بتائی تھیں اور پھر انہیں صحیح طریقے سے سنا کر فرمایا کہ میں نے اس طریقے سے یہ حدیثیں سنی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ مقام کیسے ملا؟:

سب علماء نے وہیں ہتھیار ڈال دیئے اور سب کی گردنیں جھک گئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاری کو امت نے اگر امام مانا ہے تو بے وجہ نہیں مانا، ان کے سامنے جو گردنیں جھک جاتی ہیں، وہ ایسے ہی نہیں جھک جاتیں اور نہ ہی کسی پروپیگنڈے کے نتیجے میں جھکتی ہیں، علماءِ کرام نے انہیں کسوٹی پر پرکھا ہے اور ان سے بڑے بڑے

امتحانات لئے، جب علماء کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ شخص علمِ حدیث کا بہت بڑا ماہر ہے، تب جا کر اس کی بات مانی ہے۔

عرب علماء اور امام بخاری:

آج کل بہت سے عرب علماء میں یہ مزاج نظر آتا ہے کہ وہ عام طور پر غیر عرب عالم کی بات کو توجہ سے نہیں سنتے بلکہ ان کی بات کو درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے البتہ جن عرب علماء نے ہمارے بزرگوں کی عربی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو وہ ان کے عاشق اور فریفتہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان میں بڑے بڑے علماء ہیں ورنہ عام طور پر عجمی علماء کے بارے میں ان کا رویہ یہی ہے کہ وہ ان کی بات پر توجہ نہیں دیتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی عجمی تھے لیکن آج بھی اگر عالمِ عرب کے بڑے سے بڑے فقیہ، بڑے سے بڑے محقق اور بڑے سے بڑے محدث کے سامنے جب کوئی حدیث پڑھ کر یوں کہا جائے کہ اسے بخاری نے روایت کیا ہے تو اس کے سامنے اس کی گردن جھک جاتی ہے۔

امام ترمذی کا حافظہ:

یہ صرف امام بخاری کے حالات ہیں۔ ان کے علاوہ امام

مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی کے حالات بھی عجیب ہیں۔ ان کے حافظے، ان کی کاوشیں، ان کی قربانیاں بڑی حیرت ناک ہیں۔ امام ترمذی جنہوں نے صحاح ستہ میں شامل مشہور کتاب جامع ترمذی لکھی، یہ امام بخاری رحمۃ اللہ کے شاگرد ہیں۔ یہ ازبکستان کے شہر ترمذ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے حافظے کا حال عجیب وغریب تھا۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں ایک مرتبہ حج کیلئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ سے گذرے تو سر جھکا لیا اور ساتھیوں سے کہا کہ سر جھکا لو۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا کہ یہاں جھاڑی دار درخت نہیں ہے؟ ساتھیوں نے انکار کیا تو امام ترمذی نے گھبرا کر قافلے کو روکنے کا حکم دیا اور فرمایا اس کی تحقیق کرو، مجھے یاد ہے کہ عرصہ دراز پہلے جب میں یہاں سے گذرا تھا تو اس جگہ ایک درخت تھا جس کی شاخیں بہت جھکی ہوئی تھیں اور وہ مسافروں کے لئے پریشانی کا باعث تھا، سر جھکائے بغیر اس کے نیچے سے گذرنا ممکن نہ تھا۔ شاید اب وہ درخت کسی نے کاٹ دیا ہے۔ اگر واقعہ ایسا نہیں ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یہاں درخت نہیں تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہو چکا ہے لہٰذا میں

روایتِ حدیث کو ترک کر دوں گا۔

لوگوں نے اتر کر آس پاس کے لوگوں سے تحقیق کی تو بڑی عمر کے لوگوں نے بتایا کہ واقعۃً یہاں ایک درخت تھا چونکہ وہ مسافروں کی پریشانی کا باعث تھا، اس لئے اُسے کٹوا دیا گیا۔

اِس جیسے اور کئی واقعات ہیں اور اس طرح حفاظتِ حدیث کی ایک درخشندہ تاریخ مرتب ہوئی جو آج تک محفوظ ہے۔

احادیث کی تاریخ:

اگر آج آپ ہم سے یہ کہیں کہ اس حدیث کی تاریخ بتائیں تو ہم آپکو اس کی پوری تاریخ بتلا دیں گے کہ یہ حدیث ہم نے کس سے سنی، اس نے کس سے سنی پھر اس نے کس سے سنی، پھر امام مسلم نے کس سے سنی، امام بخاری نے کس سے سنی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پورا سلسلہ بیان کریں گے انشاء اللہ۔ کسی بھی محدث سے پوچھئے وہ آپ کو پورا سلسلہ بتا دے گا۔ یہ ایک زنجیر (chain) ہے جس میں کوئی لڑی درمیان میں غائب نہیں اور کوئی لڑی کھوٹی نہیں ہے، سب کے سب کھرے لوگ ہیں، متقی اور پرہیزگار ہیں، ذہین اور سمجھدار ہیں، محنت سے احادیث کو یاد کرنے والے اور اپنی زندگیاں کھپانے والے لوگ ہیں۔

راوی کے حالات جاننے کا طریقہ:

اگر آپ ایک سند میں کسی راوی کا نام پڑھتے ہیں لیکن آپ کو اس کے حالات معلوم نہیں تو لائبریریوں میں ''اسماء الرجال'' کے فن سے متعلق کتابیں موجود ہیں۔ ان میں تمام راویوں کے حالاتِ زندگی لکھے ہوئے ہیں۔ عام طور پر حروفِ تہجی کے نام سے ہوتے ہیں مثلاً آپ یحییٰ بن معین کے حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ حرف ''ی'' کو نکالئے، حرفِ ''ی'' سے شروع ہونے والے محدثین کے نام آجائیں گے۔ ان میں یحییٰ بن معین کے حالات بھی ہوں گے۔ جس میں یہ درج ہوگا کہ وہ کہاں پیدا ہوئے، کب پیدا ہوئے، کن اساتذہ سے پڑھا، کن لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ کن کن شہروں میں گئے، کن کن سے ملاقاتیں کیں، ان کا علم کیسا تھا، حافظہ کیسا تھا وغیرہ وغیرہ یہ سارا ریکارڈ محفوظ ہے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ یہ کہنا بالکل دجل وفریب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بارے میں اطمینان سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ یقیناً کہا جا

سکتا ہے اور ان سے احکام ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا منکرینِ حدیث کا دعویٰ بالکل غلط اور ناقابلِ اعتناء ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اِتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائے اور اس فتنے سے ہماری مکمل حفاظت فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أنِ الحمدللّٰه رب العالمین ○